اسلامی طریقہ ہائے تمویل پر ایک نظر

محمد ایوب*

اسلامی معاشی نظام سے مطابقت رکھنے والے مالکاری کے طریقوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّلاً، قرضہ جات کا اجرائ، چونکہ اسلام میں قرض یا دَین پر کوئی اضافی منافع نہیں لیا جاسکتا اس لئے تمویل صرف قرضِ حسن کے طور پر ہوگی یعنی بینک جتنا قرض دیں گے اتنا ہی واپس لیں گے۔ اس سلسلے میں ایک اہم پہلو قرض کی ادائیگی کی اہمیت ہے۔ قرض ہر حال میں واپس کیا جانا چاہئے۔ اگر کوئی شخص مقروض حالت میں انتقال کرتا ہے تو حدیث کی رو سے اس کی اسے معافی نہیں ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک ایسے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھایا جب تک کہ کسی دوسرے نے اس کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری نہیں لے لی۔ اس لئے بینکوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ قرض حسن کے طور پر دی گئی رقوم جو کہ عوام کی امانتیں ہوتی ہیں کی واپسی کی پوری کوشش کریں اور قرض لینے والوں پر بھی لازم ہے کہ وہ قرضوں کی بروقت ادائیگی کی دلی اور بھرپور کوشش کریں۔

قرضِ حسن کے علاوہ سروس چارج کی بنیاد پر بھی قرضے دئے جا سکتے ہیں مگر سروس چارج میں صرف بینکوں کے انتظامی اخراجات شامل کئے جا سکتے ہیں۔ جدید مالیاتی تصور کے تحت روپے کے کرائے یا(Cost of Funds) کو سروس چارج میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری قسم کا تعلق نفع یا نقصان میں شراکت(Profit/loss participation) پر مبنی طریقوں سے ہے۔ ان میں مشارکہ، مضاربہ یا ان سے ملتے جلتے Modes شامل ہیں۔ ان کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں آمدن یا نفع کا انحصار مشترکہ کاروبار کے نتیجے پر ہوگا۔ نفع کی تقسیم کا تناسب کاروبار شروع کرتے وقت طے کرنا ہوتا ہے وہ تناسب حصہ داروں کے سرمایہ کے تناسب سے مختلف ہوسکتا ہے۔ مگر نقصان ہر حال میں سرمائے کے تناسب سے ہی برداشت کرنا ہوگا۔ اس کے تحت مالکاری کی نمایاں اقسام مشارکہ، مشارکۃ متناقصہ اور مضاربہ ہیں جن کو مختصراً نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

(الف) مشارکہ

اسلامی فقہ کی کتابوں میں شرکت کے کاروبار کی بہت سی اقسام پر بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے آج کے دور کے حساب شرکۃ عنان موزوں ترین قسم ہے اور ہم صرف اس کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے۔ شرکۃ عنان سے مراد ایسا مشترکہ کاروبار ہے جس میں حصہ داروں پر نہ تو سرمائے کی برابر فراہمی اور نہ ہی مساوی محنت، کام اور وقت ضروری ہوتا

---

* مصنف بینک دولت پاکستان کے شعبہ اسلامی بینکاری میں سنیئر جوائنٹ ڈائریکٹر ہیں۔ یہ مضمون انہوں نے ذاتی حیثیت میں لکھا ہے۔

ہے۔کاروباری صورتحال اور ایک دوسرے کی اہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ سرمائے کی مشترکہ فراہمی اور اس پر نفع کی تقسیم کا تناسب طے کر سکتے ہیں۔درج ذیل میں ساری بحث شرکۃ عنان پر ہی مبنی ہے۔

مشارکۃ میں تمام فریق کسی مشترکہ کاروبار کے نفع اور نقصان میں باہمی رضامندی سے شریک ہوتے ہیں۔تمام شرکا سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔تمام شرکا راس المال میں اپنے حصے کے تناسب سے مشارکۃ کے اثاثوں کے مالک ہوتے ہیں۔سرمایہ نقدی یا ایسی انواع کی شکل میں ہونا چاہئے جن کی مالیت باہمی طور پر ابتدا ہی میں متعین کر لی جائے۔شروع میں ہی باہمی رضامندی سے نفع میں شرکت کا تناسب طے کر لیا جاتا ہے جو سرمائے کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے۔(البتہ جو حصہ داران از خود کاروباری عمل میں عدم شرکت کا التزام کر لیں یا خاموش شریک کی حیثیت اختیار کر لیں،ان کی شرح منافع اس تناسب سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو اُن کی سرمایہ کاری کا مشارکہ کے کُل سرمائے سے ہو)۔ کسی بھی شریک کے لئے اس کے سرمائے کی مقدار کے لحاظ سے ایک معین شرح منافع یا ایک معین رقم بطور منافع مقرر نہیں کی جا سکتی۔البتہ جو فریق کاروباری عمل کے لئے ذمہ دار ہے اس کو کوئی رقم بطور مشاہرہ دی جا سکتی ہے۔بشرطیکہ اس کے مشاہرے کا معاہدہ مشارکہ کے معاہدے سے مکمل طور پر علیحدہ ہو۔

(ب) مضاربہ

مضاربہ شراکتی کاروبار کی ایک ایسی قسم ہے جس میں ایک شخص یا اشخاص کا ایک گروپ سرمائے اور دوسرا شخص اپنی محنت سے کاروبار میں اس غرض سے شریک ہوتا ہے کہ وہ کاروبار سے حاصل ہونے والا منافع ایک طے شدہ نسبت سے تقسیم کریں گے۔محنت فراہم کرنے والے (مضارب) فریق کے ذمے کاروباری عمل ہوتا ہے۔مضارب کوئی فرد،مجموعۂ افراد یا کوئی قانونی شخص ہو سکتا ہے۔سرمایہ نقدی یا ان انواع کی شکل میں ہونا چاہئے جن کی مالیت پر فریقین متفق ہوں اور یہ سرمایہ مکمل طور پر مضارب کے قبضے میں آجائے تاکہ وہ بآسانی کاروبار کر سکے۔کاروبار کے انتظامی امور مضارب کے سپرد ہوتے ہیں جو مضاربہ کے معاہدے میں متعین کردہ حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے کام کرنے کا پابند ہوتا ہے۔اس میں بھی منافع کی تقسیم اس تناسب سے ہونا لازم ہے جو معاہدے میں فریقین باہمی رضامندی سے طے کر لیں۔فریقین میں سے کوئی بھی سرمائے کی نسبت سے متعین شرح یا لگی بندھی رقم کا مستحق نہیں ہوگا۔یعنی طے نہیں کیا جا سکتا کہ رب المال فرض کیا ایک لاکھ پر اتنے ہزار یا اتنے فی صد کا مستحق ہوگا۔بلکہ منافع کی رقم کا نصف،تہائی یا کوئی طے شدہ حصہ یا منافع کا 50 یا 60 فیصد وغیرہ لے گا۔کاروبار میں ہونے والا مالی نقصان کلیتاً رب المال کی ذمہ داری ہے تاوقتیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ مضارب دانستہ غفلت اور فریب کا مرتکب ہوا ہے یا اس نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے جس سے نقصان واقع ہوا۔محدود ذمہ دار کے تصور کے مطابق رب المال کی مالی ذمہ داری صرف اپنی سرمایہ کاری کی حد تک ہے تاوقتیکہ معاہدہ مضاربہ میں اس کے برخلاف مذکور ہو۔

مضاربہ کئی ایک اقسام مثلاً کسی مخصوص منصوبے کے لئے یا کثیر المقاصد،دائمی یا مؤقت اور محدود یا غیر محدود

یعنی مختلف طریقوں سے اُن شرائط کے مطابق ہوسکتا ہے جو معاہدے میں طے کرلی جائیں۔ رب المال کی اجازت سے مضارب کاروبار میں اپنا سرمایہ لگا سکتا ہے۔ اس صورت میں کل منافع میں رب المال کا استحقاق اس تناسب سے زائد نہیں ہوسکتا جو اس کے سرمائے کو کاروبار کے کل سرمائے سے ہے۔

(ج) شرکۃ متناقصہ (Diminishing Musharaka)

شراکت کی اس قسم میں ایک فریق آہستہ آہستہ اپنا حصہ دوسرے حصہ دار کو فروخت کرتا جاتا ہے۔ بالآخر دوسرا شریک کلی طور پر مالک بن جاتا ہے۔ یہ طریقہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں نے وضع کیا ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم نہ ہونے کی بنا پر شرعی لحاظ سے قابل قبول ہے۔ اس کی بہترین مثال ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا مالیاتی تعاون فراہم کرنے کا طریقہ کار ہے۔ اس میں بینک اور گاہک مل کر ایک اثاثہ یعنی گھر بناتے ہیں۔ گاہک بینک سے اس کا حصہ کرایہ پر لے لیتا ہے۔ مقررہ اوقات پر گاہک بینک کے ملکیتی یونٹ خریدتا جاتا ہے۔ جس سے کرایہ میں بھی ساتھ ساتھ کمی ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح اس میں شرکۃ، اجارہ اور بیع کے تین معاہدے شامل ہوتے ہیں۔ جو اصولاً ایک دوسرے پر مشروط نہیں بلکہ آزادانہ طور پر نافذ العمل ہوتے ہیں۔ بعض صورتوں میں اس میں اجارہ کی شق شامل نہیں ہوتی۔ مالیاتی ادارہ ایک متعینہ وقت پر اپنا حصہ گاہک کو منتقل کرسکتا ہے۔ اس صورت میں قیمت فروخت کا تعین کاروباری صورتحال کو مدنظر رکھ کر کرنا ہوتا ہے۔

اسلامی مالکاری طریقوں کی تیسری قسم کا تعلق ان Modes سے ہے جن میں بینک تجارت یا کرایہ داری (اجارہ) کے ذریعے باقاعدہ کاروبار کرتا ہے، جس سے اسے کاروباری منافع یا کرایہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے تحت اہم کاروباری طریقے مرابحہ موجل، سلم، استصناع اور اجارہ ہیں۔ درج ذیل میں ان کے نمایاں خدوخال بیان کئے جاتے ہیں۔

(1) مؤجل مرابحہ

فقہی اعتبار سے مرابحہ ایسی بیع ہے جس میں دونوں فریق لاگت کے اوپر کسی شرح منافع پر معاہدہ کرتے ہیں یعنی فروخت کنندہ کو کوئی چیز جتنے کی پڑتی ہے اس پر وہ ایک متعین منافع حاصل کرنے کے لئے خریدار سے معاہدہ کرتا ہے۔ اس میں قیمت کی ادائیگی فوری بھی ہوسکتی ہے اور ادھار کی صورت میں تھی، چونکہ آجکل بینکوں کے پاس گاہک جاتے ہی اس لئے ہیں کہ ان کے پاس رقوم نہیں ہوتیں۔ اس لئے بینک جب مرابحہ کرتے ہیں تو وہ بہر حال ایک مؤجل مرابحہ بنتا ہے یعنی اس میں شرح منافع کے ساتھ قیمت کی ادائیگی مؤخر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے کسی چیز کی اُدھار قیمت اس کی نقد ادائیگی کی قیمت سے زیادہ ہوسکتی ہے، بشرطیکہ معاہدہ بیع میں ایک قیمت طے ہوجائے۔ چنانچہ اس میں بائع اپنی لاگت بتاتا ہے تاکہ منافع کی شرح / مقدار بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی سے طے ہوسکے، اگر قیمت کی ادائیگی مؤخر ہو تو یہ بیع موجل ہوگی۔ قیمت کی ادائیگی کی تاریخ غیر مبہم

طریقے سے طے ہونا ضروری ہے۔اس قسم کی بیوع کے لئے بیع بالتقسیط یالاگت پر متعین منافع کی بیع اور دیگر کئی ایک اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں۔

مرابحہ صرف ایسی اشیاء میں ہوسکتا ہے جو مالیت رکھنے والی اور حقیقی وجود رکھتی ہوں۔وثیقۂ دین اور غیر محسوس چیزوں مین مرابحہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ وعدہ ادائیگی کی تحریر (Promissory Note) ، ہنڈی یا کوئی بھی وثیقۂ دین سوائے اپنی عرفی قیمت (Face Value) کے کمی بیشی کے ساتھ کسی اور کو تفویض ،حوالے یا منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

بیع کے اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ وہ اشیاء جن کا سودا کرنا مطلوب ہے، وجود رکھتی ہوں، بائع کی ملکیت میں ہوں اوراس کے واقعی یا قانونی قبضے میں ہوں۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مشتری کو فروخت کرنے سے قبل وہ اشیاء بائع کے ضمان میں آچکی ہوں اور وہ ملکیت سے متعلق خطرات کی ذمہ داری لے چکا ہو۔ شریعت کے نقطۂ نظر سے قبضے کی شرط کے لئے یہ کافی ہے کہ جس فریق سے بینک نے مال خریدا ہو، وہ اس مال کا قبضہ بینک یا بینک کے ایجنٹ کو اس طرح دے دے کہ مال مذکور بینک کے ضمان میں آجائے۔بالفاظ دیگر یہ لازمی ہے کہ مطلوبہ اشیاء بائع کے ضمان میں ہوں۔ بصورت دیگر شرعی نقطہ نظر سے یہ قابل فروخت نہیں ہوں گی۔

دیگر بیوع کی طرح مرابحہ میں بھی ایجاب وقبول شرط ہے اوراس میں قیمت کا تعین،سامان کی تاریخ اور جائے حوالگی کا تعین اور مؤخر کئے جانے کی صورت میں قیمت کی تاریخ ادائیگی کا تعین شامل ہیں۔بینک ایسی اشیاء خود یا کسی ایجنٹ کے ذریعے خریدیں گے۔ایجنٹ یا وکیل کی صورت میں بینک کی جانب سے سامان کی خریداری اور بینک سے معاملہ کرنے والے فریق کو اس سامان کی فروخت الگ الگ معاملے ہوں گے جو ایک دوسرے سے مربوط یا مشروط نہ ہوں اوران میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ معاہدہ تحریر کیا جائے گا۔البتہ وعدہ بیع کے طور پر ایک معاہدے میں ان تمام مراحل کا احاطہ کیا جاسکتا ہے جس کے تحت ایجنٹ یا وکیل پہلے اپنے موکل (یعنی بینک) کی جانب سے مطلوبہ اشیاء خریدے گا اور وکیل کی حیثیت سے ان کا قبضہ بھی لے گا۔اس کے بعد ہی بینک کا گاہک یہ سامان بینک سے بذریعہ ایجاب وقبول خریدے گا۔

سپلائر یعنی مہیا کرنے والا سامان کی فروخت سے متعلق تمام کاغذات اسلامی بینک کے نام بنائے گا نہ کہ بینک کے گاہک کے نام۔اسی طرح ترجیح یہ ہوگی کہ بینک ایسے سامان کی قیمت کی ادائیگی براہِ راست سامان کے سپلائر کو کرے۔

جب بیع کا معاہدہ مکمل ہونے پر قیمت متعین ہو جائے تو واجب الوصول رقم ایک دَین کی شکل اختیار کرلیتی ہے اس لئے تبدیل نہیں کی جاسکتی۔گاہک کی طرف سے عدم ادائیگی کی صورت میں بینک مجاز عدالتوں سے تاوان کی ادائیگی کے لئے رجوع کرسکتے ہیں اور عدالت اپنی صوابدید پر تاوان دلواسکتی ہے جس کا تعین بینک کے برداشت کردہ بالواسطہ

اور بلا واسطہ اخراجات کی بنیاد پر کیا جائے گا جن میں متوقع منافع (Opportunity Cost) کا عنصر شامل نہیں ہو سکتا۔ چونکہ آج کے مادی دور میں قرضوں کی عدم ادائیگی ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے اور بینک عوام کی امانتوں سے رقوم فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے علماء نے اجازت دی ہے کہ ڈیفالٹ کو کم سے کم کرنے کے لئے نادہندہ گاہکوں پر جرمانہ عائد کیا جائے۔ چنانچہ ابتدائی معاہدہ کرتے وقت یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ اگر گاہک عدم ادائیگی کا مرتکب ہوتو وہ جرمانے کا مستوجب ہوگا، لیکن جرمانے کی رقم خیراتی مقاصد میں استعمال ہوگی اور بینک کے لئے مزید آمدنی کا ذریعہ نہیں بنے گی۔

بیع مرابحہ کے تحت گاہک سے ضمانت طلب کی جاسکتی ہے جو رہن بالقبض، اس کے اثاثوں میں بطور دائن استحقاق (Lien)، غیر منقولہ جائیداد کی قانونی تحویل (Mortgage) یا کسی بھی اثاثوں پر دعاوی کی شکل میں ہوسکتی ہے۔ تاہم دائن مضمون شدہ اشیاء سے کوئی منفعت حاصل کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ جس سامان کو بینک نے بیع مرابحہ کے تحت ادھار پر فروخت کیا، عدم ادائیگی کی صورت میں اس کی تجدید (Roll Over) نہیں ہوسکتی کیونکہ سامان ایک دفعہ فروخت کر دیا گیا، گاہک کی ملکیت بن گیا اور اب وہی سامان دوبارہ اس کو فروخت نہیں کیا جاسکتا۔

(2) مساومہ

مساومہ ایک عام بیع ہے جس میں متعلقہ اشیا کی قیمت بائع اور مشتری کے درمیان گفت وشنید کے ذریعے طے کی جاتی ہے بلا اس لحاظ کے کہ بائع نے وہ اشیاء کس لاگت پر تیار کی ہیں یا کس قیمت پر خریدی ہیں۔ اس طرح سے قیمت کے تعین کے طریقہ کار میں مساومہ مرابحہ سے مختلف ہے۔ دیگر تمام شرائط جو مرابحہ کی صحت کے لئے لازمی ہیں، مساومہ کے لئے بھی ضروری ہیں۔ مساومہ ان تمام مواقع پر موزوں طریقہ ہوسکتا ہے جہاں بائع کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ فروخت کے لئے پیش کی جانے والی اشیاء کی قیمت/ لاگت کا تعین کر سکے۔ لیکن اسلامی بینک عموماً مرابحہ ہی کرتے ہیں اس لئے کہ شرح منافع کی صورت میں بینک انتظامیہ اور مرکزی بینک بہتر کنٹرول کر سکتے ہیں جب کہ مساومہ کے تحت قیمت کے تعین میں بدعنوانی، جانبداری جیسی برائیاں جنم لے سکتی ہیں۔

(3) سلم (قیمت کی پیشگی ادائیگی...حوالگی مؤجل)

سلم ایک ایسا سودا ہے جس میں بائع طے شدہ قیمت پر اور معاہدے کے وقت سو فیصد پیشگی کی بنیاد پر مستقبل کی کسی متعین تاریخ کو متعین سامان مہیا کرنے کا سودا کرتا ہے۔ عرب کے کسان اپنی زرعی اجناس کا سودا زرعی پیداوار سے پہلے ہی تاجروں سے کرتے اور اس طرح اپنی نقدی کی ضروریات پوری کرتے۔ اس لین دین کو سلم یا سلف کہتے تھے۔ جب سود سے منع کر دیا گیا تو آپؐ سے اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں پوچھا گیا۔ غالباً اس لئے کہ اس میں معاہدے کے وقت قیمت نقد قیمت سے کم ہوتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو سلم کرنا چاہے وہ معلوم وزن، پیمائش اور حوالگی کے معلوم وقت کی بنیاد پر سلم کرے۔

سلم کے جواز کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ معاہدہ بیع ہوتے ہی مشتری بائع کو سو فیصد قیمت کی پیشگی ادائیگی کر دے۔ بصورت دیگر یہ دَین کی دَین سے بیع ہو جائے گی جو شریعت میں صراحتاً ممنوع ہے۔ جن اشیا کی خریداری کا معاہدہ کیا جا رہا ہے ان کی جنس، نوع، صفت، مقدار اور خصوصیت کا تعین غیر مبہم طریق پر ہونا چاہئے تا کہ نزاع کا امکان باقی نہ رہے۔ تاریخ اور جائے حوالگی کا تعین بھی ہونا چاہیے لیکن ان میں فریق کی باہمی رضامندی سے ردوبدل ہو سکتا ہے۔

سلم صرف ایسی مثلی اشیا میں ہو سکتی ہے جو بلحاظ صفت ہم جنس ہوں اور تاجروں کے درمیان عرف کی بنیاد پر جن کی خرید و فروخت بذریعہ گنتی، ناپ یا وزن کی بنیاد پر کی جاتی ہو ایسی اشیاء جو ٹریڈ مارک کے تحت بکتی ہیں اور اس کی ساری اکائیاں ایک جیسی اور ہم شکل ہوتی ہیں ان میں سلم کا سودا ہو سکتا ہے۔ ایسی اشیاء مثلاً جواہرات، مویشی بذریعہ سلم نہیں فروخت کئے جا سکتے کیونکہ ہر قیمتی پتھر یا جانور باہم دگر مختلف ہوتا ہے۔ سلم ان اشیاء میں جائز نہیں جن کا دست بدست لین دین ضروری ہے اور جو فقہ میں بیع الصرف کے ضمن میں آتی ہیں۔ اس کی مثال سونے کا تبادلہ چاندی سے یا گندم کا تبادلہ جو سے ہے۔ ان میں شریعہ نے دست بدست لین دین کو لازم قرار دیا ہے۔

یہ ضروری ہے کہ بذریعہ سلم فروخت کی جانے والی اشیاء تاریخ حوالگی کے وقت (یا اس سے قبل) عام طور پر میسر یا موجود ہوں یا ہو سکتی ہوں۔ سلم میں طے شدہ وقت پر سامان کا قبضہ خریدار کو دینا ہوگا اور مشتری یہ نہیں کر سکتا کہ جو سامان وہ خرید رہا ہے، وہ بائع کو فروخت کر دے۔ البتہ جب بائع مطلوبہ سامان مشتری کے حوالے کر دے تو وہ دونوں آزادانہ طور پر باہمی رضامندی سے ایسے سامان کے سلسلے میں الگ سے معاہدہ بیع کر سکتے ہیں۔

اسلامی بینک اس طریقے کو خاص طور پر زرعی قرضوں کے متبادل کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ بائع مقررہ تاریخ پر سامان مہیا کرے، بینک ضمانت طلب کر سکتا ہے۔ چونکہ آجکل بینکوں سے لین دین میں ڈیفالٹ کا رواج عام ہے اور لوگ اپنی ذمہ داریوں اور واجبات کی ادائیگی کو کما حقہٗ اہمیت نہیں دیتے اس لئے ڈیفالٹ کی حوصلہ شکنی کے لئے ماہرین شریعت نے جرمانہ عائد کرنے کو روا رکھا ہے۔ چنانچہ معاہدہ سلم میں یہ بات ابتدا ہی سے طے کی جا سکتی ہے کہ سامان کی حوالگی میں تاخیر کی صورت میں گاہک جرمانہ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ مگر جرمانے کی رقم صرف خیرات کی مد میں استعمال کی جائے گی۔ بینک مجاز عدالت میں تاوان کی ادائیگی کے لئے دعویٰ بھی دائر کر سکتا ہے۔ عدالت اپنی صوابدید پر تاوان دلوا سکتی ہے، جس کی مقدار کا تعین بینک کے بالواسطہ یا بلاواسطہ اٹھنے والے اخراجات کی بنیاد پر اس طرح کیا جائے گا کہ متوقع منافع کا کوئی عنصر اس میں شامل نہ ہو۔ اگر گاہک کسی معقول اور جائز وجہ سے اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہو تو صورتحال کے جائزے کے لئے مرکزی بینک یا کوئی دوسری اتھارٹی اصل وجہ کے تعین کے لئے کوئی کمیٹی بنا سکتی ہے۔

(4) استصناع

استصناع آرڈر پر کوئی چیز بنوانے کا نام ہے جس میں مشتری ایک طے شدہ قیمت کے عوض، مستقبل کی کسی

تاریخ پر حوالگی کے لئے ، کسی چیز کو بنانے یا تعمیر کرنے وغیرہ کا معاہدہ کرتا ہے۔سامان کی قیمت حتمی اور غیر مبہم طریقے پر طے ہونا چاہئے ۔ قیمت کی ادائیگی بیک وقت یا بالاقساط، کسی بھی طریقے سے بتراضی طرفین کی جاسکتی ہے۔اس لحاظ سے تو یہ سلم کی طرح کا سودا ہے کہ اس میں بھی معاہدے کے وقت چیز بائع کے پاس تیار حالت میں موجود نہیں ہوتی مگر اس میں پوری قیمت کی پیشگی ادائیگی لازمی نہیں ہے۔جن اشیا کی تیاری مقصود ہے ان کی نوع ،صفات ،مقدار، خصوصیت اور معیار معاہدۂ استصناع میں واضح طور پر طے ہونا چاہئیں تا کہ ابہام یا غرر کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔

مطلوبہ اشیاء کی تیاری کے لئے جو سامان درکار ہو اس کا مہیا کرنا مشتری کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔مطلوبہ شے کی تیاری کی ابتدا سے پہلے کوئی بھی فریق یک طرفہ طور پر معاہدہ منسوخ کرسکتا ہے بشرطیکہ بائع نے ابھی تک تیاری کے لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ اخراجات برداشت نہ کئے ہوں الّا یہ کہ باہمی رضامندی سے معاہدۂ استصناع میں فریقین نے اس کے برخلاف کوئی شرط طے کی ہو۔ اگر تیار شدہ مال فریقین کے درمیان طے ہونے والی صفات کے مطابق ہو اور اس میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو عرفِ عام میں عیب سمجھا جاتا ہو تو مشتری مال خریدنے کا پابند ہوگا سوائے اس کے کہ بائع مال تیار کرنے یا اسے مشتری کے حوالے کرنے میں طے شدہ مدت سے تاخیر کرے۔

اگر بائع مطلوبہ اشیاء بروقت مہیا نہ کرے تو اس پر معاہدہ استصناع میں طے کی جانے والی شرائط کے مطابق جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔جرمانے کی رقم صرف خیراتی مقاصد کے لئے استعمال کی جائے گی۔علاوہ ازیں بینک مجاز عدالتوں میں تاوان کی ادائیگی کے لئے بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

(5) اجارہ...کرایہ داری

گھر، مشین ،جہاز وغیرہ جیسا کوئی اثاثہ کرائے پر دے کر طے شدہ کرایہ کی رقم لینا اسلامی معاشیات کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔کرایہ پر دینے والے کو مؤجر اور لینے والے کو مستاجر کہا جاتا ہے۔اجارہ میں کسی اثاثہ کے نفع یا فائدہ حاصل کرنے کی استعداد کو مستاجر کے حوالے کیا جاتا ہے۔اصل اثاثہ مؤجر کی ملکیت میں رہتا ہے۔چنانچہ ملکیت کے نفع یا نقصان کا مالک بھی وہی رہتا ہے۔نفع کے طور پر وہ کرایہ کا حق دار ہوتا ہے جب کہ اثاثہ کو مستاجر کی غلطی کے بغیر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس کا ذمہ دار خود مؤجر ہوتا ہے۔ شرعی قانون کے مطابق اثاثوں کی بیمہ کاری (تکافل) بھی مؤجر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔کرائے کی رقم کا پیشگی تعین ،بغیر کسی ابہام کے، چاہے وہ اجارہ کی پوری مدت کے لئے ہو یا کسی متعین عرصے کے لئے ،ہونا لازمی ہے۔کرائے کا تعین فریقین کی رضامندی سے بطور ایک لگی بندھی رقم کے یا تاجروں کے درمیان عرف پر مبنی کلیہ کی بنیاد پر ہوسکتا ہے۔

شرعی اصولوں کے مطابق ہر وہ چیز جس کو خرچ (Consume) کئے بغیر اس سے انتفاع حاصل ہوسکے، اجارہ پر لی/ دی جاسکتی ہے۔لہٰذا پیسے، ماکولات یا ایندھن کا اجارہ نہیں ہوسکتا۔صرف وہ اثاثے اجارہ کئے جاسکتے ہیں جو مؤجر کی ملکیت ہوں۔البتہ اگر موجر مستاجر کو صریحاً اس امر کی اجازت دے کہ اجارہ کے بطور حاصل کئے گئے اثاثوں کو موخر

الذکر آگے کرائے پر دے سکتا ہے تو وہ کرایہ دار ہو کر بھی اس کا مجاز ہوگا۔ اجارہ کی پوری مدت کے دوران موجر کے لئے اثاثوں پر حقِ ملکیت قائم رکھنا اور اس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والے نفع ونقصان کی ذمہ داری برداشت کرنا ضروری ہے۔ اگر اجارہ پر دئے ہوئے اثاثوں میں کوئی نقص یا نقصان مستاجر کی غلطی یا غفلت کے سبب ہو جائے تو اس کے عواقب مستاجر کو برداشت کرنا ہوں گے۔ مزید برآں اجارہ شدہ اثاثوں کے استعمال کے سبب کسی تیسرے فریق کو ممکنہ نقصان کا خطرہ اور نتائج مستاجر کو برداشت کرنا ہوں گے۔ یعنی اگر کرائے کی گاڑی پر مستاجر نے کسی کو روند کر ہلاک کر دیا تو اس کا ذمہ دار کرایہ دار ہوگا نہ کہ مالک۔

آجکل اجارہ کے جو معاہدے اسلامی بینک کر رہے ہیں ان کے تحت عموماً مستاجر لیز کے اختتام پر وہ اثاثہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسا اس طرح ہوتا ہے کہ معاہدے کا کوئی بھی فریق معاہدہ ایجار میں مذکورہ مدت کے پورا ہونے یا اس سے قبل، ان شرائط پر جو فریقین کی رضامندی سے طے کی جائیں، اجارہ شدہ اثاثوں کی خرید یا فروخت کے لئے یک طرفہ وعدہ کر سکتا ہے مگر اجارہ کا معاہدہ اس وعدے کے ساتھ مشروط نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فریقین اجارہ کا معاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ وعدہ بیع کر لیں یا موجر از خود یہ پیشکش کرے کہ اجارہ کا معاہدہ ختم ہونے پر وہ اجارہ شدہ اثاثہ پر مستاجر کو تحفتاً دے دے گا بشرطیکہ مستاجر نے اپنے ذمے تمام واجبات پورے کئے ہوں۔

اگر اجارہ شدہ اثاثے وہ منفعت مہیا کرنے کے قابل نہ رہیں جس کے لئے ان کا اجارہ کیا گیا تھا تو معاہدہ ایجار فسخ ہو جائے گا۔ اگر اجارہ شدہ اثاثوں کو نقصان پہنچا ہو جو قابلِ مرمت ہو تو معاہدہ ایجار برقرار رہے گا۔ اگر مستاجر کرائے کی ادائیگی میں تاخیر کا مرتکب ہو تو معاہدہ ایجار میں ابتدا سے طے شدہ بنیاد پر جرمانہ ادا کرنے کی شق رکھی جاسکتی ہے لیکن جرمانے کی رقم صرف خیراتی مقاصد کے لئے استعمال ہوسکتی ہے۔

(6) تورّق

تورق کا مطلب ایسا خرید وفروخت ہے جسکا اصل مقصد نقدی کا حصول ہو۔ ایک چیز اُدھار خریدنے کے فوری بعد نقد پر فروخت کر دی جائے تو نقدی حاصل کرنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ گویا ایک شخص کوئی چیز اس لیئے نہیں خریدتا کہ وہ اسے اپنے استعمال میں لائے گا بلکہ اُسے فروخت کر کے حاصل ہونے والی نقدی کسی دیگر استعمال میں لاتا ہے۔ اسطرح یہ ایک حیلہ ہے جو سود سے بچنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلیئے اگر چہ اسکے جواز کی گنجائش موجود ہے مگر علماءِ اسے پسندیدہ طریقۂ تمویل نہیں سمجھتے۔

تورق کے جواز کے لیئے ضروری ہے کہ خریدار وہ چیز کسی تیسرے شخص کو فروخت کرے، نہ کہ اُسی شخص کو جس سے پہلے خریدی ہے۔ گویا خرید وفروخت کے دو الگ الگ معاہدے ہوں۔ متعلقہ چیز کسی تیسرے فریق کو فروخت کی جائے تو قانونی لحاظ سے یہ سود نہیں بنتا اور اس کا جواز موجود ہے۔ کسی بینک کے لیئے تورق کا طریقہ کار یہ ہوگا:

1- گاہک 'الف' بینک 'ب' کے پاس جاتا ہے کہ اُسے ایک لاکھ روپے درکار ہیں۔

2- 'ب' ایک لاکھ مالیت کی کوئی چیز بازار سے خریدتا ہے۔

3- 'ب' وہ چیز 'الف' کو ایک لاکھ دس ہزار روپے میں اُدھار فروخت کرتا ہے۔

4- 'الف' اُسے بازار میں ایک لاکھ یا اُس سے کم وبیش قیمت پر فروخت کر کے مطلوبہ رقم حاصل کر لیتا ہے۔

کچھ بینکوں کے موجودہ طریقے کے مطابق گاہک اُس شے کو فروخت کرنے کے لیئے بینک کو ہی ایجنٹ بنا دیتا ہے۔ علماء کے مطابق اسکے جواز کے لیئے ضروری ہے کہ بینکوں کی طرف سے متعلقہ مال گاہک کو فروخت کرنے اور گاہک کی طرف سے بطور ایجنٹ اُسے آگے فروخت کرنے کے عمل کے درمیان وقفہ ہو تا کہ بینک وہ مطلوبہ رِسک لیں جو ایک عام تاجر کو جائز منافع کیلیئے لینا پڑتا ہے۔ ان دو کاموں کے مابین اگر کوئی وقفہ نہ ہو یعنی خرید اور فروخت ایک ہی سیشن میں ہو رہی ہو تو قیمت غیر بدل پذیر ہوگی اور رِسک کا عنصر ختم ہو جائے گا۔ کچھ علماء یہ شرط بھی عائد کرتے ہیں کہ متعلقہ تینوں فریقوں کے مابین یہ لین دین پہلے سے ہی طے شدہ نہ ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں شریعہ ایڈوائزرز کو بڑا محتاط ہونے کی ضرورت ہے بالخصوص جب بینک تورق کا ڈھانچہ اسطرح بنا رہے ہوں کہ عملی طور پر یہ روایتی بینکاری کی ہی ایک شکل ہو۔

واللہ أعلم باالصواب

@@@@@@@